عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!!

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ/اگست ۲۰۰۴ء

زیرِ سرپرستی: مولانا پروفیسر ڈاکٹر سید سعید اللہ دامت برکاتہم
بانی: ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ (خلیفہ مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ)
مدیر مسئول: ثاقب علی خان
مجلس مشاورت: مولانا محمد امین دوست، پروفیسر مسرت حسین شاہ، بشیر احمد طارق، قاضی فضل واحد، مولانا طارق علی شاہ بخاری۔

جلد دوم:

شمارہ: ۱۲

فہرست

عنوان	صاحب مضمون	صفحہ نمبر
عذاب قبر سے نجات اور اعمالنامہ ملنے کے متعلق	مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ	۳
حفاظت قرآن مجید (قسط:۸)	سید سعید اللہ مازارہ	۸
مغربی دنیا سے ایک خط	ڈاکٹر گستاسپ	۱۷
پشتو نعت	ڈاکٹر اعجاز (خیبر میڈیکل کالج)	۱۹
اصلاحی مجلس	حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ	۲۰
تبصرہ کتب	حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ	۲۹
نعت شریف	ڈاکٹر گستاسپ (ساؤتھ افریقہ)	۳۱
اطلاعِ خلافت واجازت	حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ	۳۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کا تذکرہ	از: نشر الطیب	۳۲

فی شمارہ: ۱۵ روپے سالانہ بدل اشتراک: ۱۸۰ روپے

خط وکتابت کا پتہ: مدیر ماہنامہ غزالی

مکان نمبر: P-12 یونیورسٹی کیمپس

پشاور

ای۔میل: saqi_pak@hotmail.com

مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ

عذاب قبر سے نجات اور اعمال نامہ کے ملنے کے متعلق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ایک دفعہ ایک یہودیہ آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا عذاب قبر حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔اس واقعہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ اونچی آواز سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بآوازِ بلند دعا کرنا اُمت کی تعلیم کے لئے تھا۔ ہمارے ائمہ حضرات (امام مساجد) کو مسنون طریقوں اور مسنون دُعاؤں کے مانگنے سے زیادہ فکر مقتدیوں کی رضا اور ناراضگی کی ہوتی ہے۔فرضوں کے بعد دُعا مقبول ہوتی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر فرائض کے بعد دعا مانگنے کا اہتمام کیا ہے۔ہمارے ائمہ حضرات زیادہ تر اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِ كْرَامِ پر اکتفا کرتے ہیں۔حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ کے بعد اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (بخاری ومسلم)۔اور اَللّٰھُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ اللّٰھم اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ جَهَنَّم۔ اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْٓ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ط بھی پڑھتے تھے۔

عذاب قبر قرآن سے بھی ثابت ہے۔فرعون کے بارے میں ارشاد ہے کہ اس کا جو جہنم میں ٹھکانا ہے وہ صبح وشام اس پر پیش کیا جاتا ہے۔آیت کے نزول اور اظہار کے لحاظ سے تخصیص فرعون کی ہے لیکن حقیقتاً جو گناہ گار ہو سب کے ساتھ یہ معاملہ ہونے والا ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ اہلِ جنت کو جنت کا ٹھکانا اور اہلِ جہنم کو دوزخ کا ٹھکانا صبح وشام دکھایا جاتا ہے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ جس وقت بندہ قبر میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے حساب کتاب کے لئے دو فرشتے آتے ہیں۔مؤمنین اور نیکوکاروں کے لئے مبشر اور بشیر اور کفار اور فُسّاق کے لئے منکر منکیر آتے ہیں۔مؤمن کو موت کے وقت سے ہی اچھے حالات پیش کئے جاتے ہیں۔موت ہی سے خوشبوئیں اور اچھی صورتیں پیش کی جاتی ہیں۔یہ حساب وکتاب کے فرشتے تین سوال کرتے ہیں ہمارے امتحان کا پرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے آؤٹ کر دیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات

کواللہ تعالیٰ بلند کرے ہم کوایک ایک بات بتا کر گئے ہیں۔ یہ فرشتے قبر میں پوچھتے ہیں مَــنْ رَبُّكَ ۔ (تیرا رب کون ہے؟)۔ مَا دِيْنُكَ (تیرا دین کیا ہے؟)۔اوراس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟۔ یہ کون صاحب ہیں؟ اگر مردہ مؤمن ہے اور یقین والا ہے تو کہے گا کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور یہ صاحب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اور اگر کافر ہے تو کہے گا ھــا ھــا لا ادری (ہائے میں نہیں جانتا)۔

صبح وشام کی دعاؤں میں یہ دُعا بھی آتی ہے۔رَضِيْـتُ بِـاللّٰهِ رَبًّـاوَّبِـالْاِ سْلَامِ دِيْـناً وَّ وَبِمُحَمَّدٍرَسُوْلا (کہ راضی ہوا میں اللہ کے رب ہونے سے اور اسلام کے دین ہونے سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور رسول ہونے سے)۔ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ جب مؤمن قبر میں صحیح سوال و جواب دے گا تو فرشتے کہیں گے کہ اب تو پہلی رات کی دُلہن کی طرح سو جا۔ قیامت کے دن تیرا پروردگار تجھ کو اٹھائے گا۔قبر میں حساب کتاب کے وقت کے بارے میں اور بھی تفصیلات آئی ہیں کہ تلاوتِ قرآن ایک خوبصورت آدمی کی شکل میں آتی ہے۔نماز، روزہ اور دیگر اعمال صالح سر اور پاؤں اور دوسرے اطراف سے گھیر لیتے ہیں۔حدیث میں قبر کی وحشت کی دوری کیلئے بھی دُعا آئی ہے۔﴿اَللّٰهُمَّ اٰنِـسْ وَحْشَتِىْ فِىْ قَبْرِىْ﴾ کہ اے اللہ قبر کی وحشت کی حالت کو میرے لئے مبدل بہ انس وراحت کردے۔مؤمن کے لئے قبر فراخ کی جائے گی کہ جہاں تک نظر جائے گی وہاں تک دیکھے گا اور جنت کی طرف سے اس کیلئے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور آرام سے سوتا رہے گا۔

عذاب قبر سے بچنے کے لئے چند باتوں کا اہتمام ضروری ہے۔ ایک رات کو سوتے وقت سورۃ الملک پڑھنا، دوسرے پیشاپ کے چھینٹوں سے اپنی حفاظت کرنا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کا ہونا چغلی کی وجہ سے بھی بتایا ہے۔ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جارہے تھے دیکھا کہ دو قبروں میں عذاب ہورہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز ٹہنی ان قبروں پر گاڑھ دی اور فرمایا کہ ایک صاحب کو چغلی کھانے اور دوسرے کو پیشاپ کے چھینٹوں سے اپنے کو نہ بچانے کی وجہ سے عذاب ہورہا ہے۔محدثین نے اس حدیث کی یہ تشریح کی ہے کہ جب تک ٹہنی سبز رہے گی تو یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گی اور اس سے عذاب قبر دور ہوگا۔اس کے علاوہ نمازوں کی پابندی ضروری ہے۔ ہمارے اُستادؒ نمازِ عشاء کے بعد باقاعدہ پابندی

کے ساتھ سورۃ الملک پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر گزرتے تو بہت روتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ قیامت، حشر نشر کے واقعات سنتے ہیں لیکن اتنا نہیں روتے۔ فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے اگر اس کے عذاب سے بچ گئے تو انشاء اللہ آگے کی منازل بھی آسان ہوں گی اور اگر خدانخواستہ یہاں عذاب سے واسطہ ہوا تو آگے کی منازل اور بھی سخت ہوں گی۔ بعض راتوں کو عذاب قبر سے چھوٹ ہوتی ہے۔ جو مردہ شبِ جمعہ کو دفن کیا جاتا ہے اس کو عذاب قبر نہیں ہوتا۔ جمعہ کے دن کے لئے بھی یہی فضیلت ہے۔ دس ذی الحجہ کی رات، رمضان کی راتوں اور عید کی رات میں بھی عذاب قبر میں تخفیف کی جاتی ہے۔ منکر نکیر کفار و فساق سے سوال جواب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ھَاھَالَا اَدْرِیْ، ھَاھَالَا اَدْرِیْ۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا لوگ کوئی بات کہتے تھے میں بھی ویسا ہی کہتا تھا۔ اس کے بعد وہ وحشت ناک فرشتے گرز سے مارتے ہیں۔ اسی طرح لحد میں زمین اس طرح دبائے گی کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔

شہداء پر بھی عذاب قبر نہیں۔ کفار کے لئے تو یہ عذاب ابد الاباد تک ہے۔ مؤمنین کے لئے ان کی بد اعمالیوں کے بقدر ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ یہ دُعا پڑھے ﴿اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔ اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ﴾ تو دوزخ اس سے پناہ مانگتی ہے اور جنت کہتی ہے کہ اس کو میرے اندر بھیج دو۔ اسی طرح اگر کسی نے 70,000 مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھا ہو تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب کو دور کر دیتے ہیں۔ اگر انسان روزانہ 200 مرتبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ پڑھے۔ تو ایک سال میں 70,000 مرتبہ ہو جاتا ہے۔ یہ کلمہ شریف بہت بڑی دولت اور بہت بڑی نعمت ہے۔ بعض لوگ یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ ہم نے قبر میں مُردہ دیکھا ہے لیکن ہم کو تو کوئی عذاب نظر نہ آیا۔ قبر کے عذاب کی مثال وحشت ناک اور ڈراؤنے خواب کی سی ہے۔ جب ہم ایسا خواب دیکھیں تو کیا حالت ہو جاتی ہے۔ بعض خوابوں کی وجہ سے صبح کو غسل کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات دو آدمی ساتھ ساتھ لیٹے ہوتے ہیں، ایک وحشت ناک خواب دیکھ رہا ہوتا ہے اور دوسرا بہت ہی خوشیوں کا خواب دیکھ رہا ہوتا ہے۔ پاس بیٹھنے والے کو اس کا کچھ احساس اور اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ دونوں مختلف قسم کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہی حال قبر کے عذاب کا ہے کہ وہ صاحب قبر کو محسوس ہوتا ہے۔ جہاں بھی انسان کے جسم کے ذرات ہوں گے روح کا ان کے ساتھ تعلق ہوگا۔ جس طرح ریڈیو کی لہروں Waves کا سٹیشن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

قبر سے مُراد برزخ کی زندگی ہے اس میں عذاب خواب کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس میں تکلیف اور خوشی روح محسوس کرتی ہے۔ اور قبر میں روح کا رابطہ جسم کے ساتھ ریڈیو کی لہروں کی طرح ہوتا ہے۔ بعض قبروں میں لوگوں نے آگ کو بھی دیکھا ہے۔ اور بعض اجسام صحیح وسالم رہتے ہیں۔ یہ احوال اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت کے لئے دکھاتے ہیں کہ ہمارا یقین پختہ ہو جائے۔ کبھی ان اچھے یا بُرے احوال کا ظہور ہوگا اور کبھی نہ ہوگا۔ فرعون کی لاش پر ظاہراً تو کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن اندر سے دوزخ کا حال ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اندر سے نہایت پریشان ہوتے ہیں اور باہر سے خوش اور صابر نظر آتے ہیں۔ باہر سے پتہ نہیں چلتا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ انسان زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

گفت پیغمبر بہ تمیز کساں مرءٌ مخفیٌ لدٰی طَیِّ اللِّساں

ترجمہ: انسانوں کے پہچاننے کے سلسلے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان زبان بند رکھنے کے وقت پوشیدہ ہے۔

بہت ساری چیزیں ظاہراً چھپی ہوئی ہوتی ہیں لیکن اندر موجود ہوتی ہیں۔ اور آثار جسم پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس دُنیا میں انسان کے اندر روح پوشیدہ اور جسم کا حال ظاہر ہے۔ قبر میں روح کا حال غالب اور جسم دوسرے درجہ میں ہوتا ہے لیکن جسم کی چیزیں روح پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ قبر میں عذاب روح پر ہوتا ہے جسم پر دکھائی نہیں دیتا، لیکن احوال اس پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ حشر میں روح و جسم دونوں پر احوال طاری ہوں گے۔ لیکن قیامت کے دن جسم اعمال کے خاکے پر ہوگا، نیکو کاروں کو حسن و جمال دیا جائے گا۔ کفار کی جہنم میں ایک ایک داڑھ پہاڑ کے برابر ہوگی اور زبان میلوں لمبی کی جائے گی، ایک کندھے سے دوسرے کندھے کی مسافت سالوں میں طے کی جاسکے گی۔ جہنم میں ان جسموں کو بدلا جائے گا۔ قیامت کے دن اعمال کے بُنیاد پر جسموں کے خاکوں کا ذکر قرآن میں ہے۔ ”کہ بعض چہرے اس دن چمکتے ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے“۔ قیامت کے دن جب مُردے قبروں سے اُٹھیں گے تو ننگے ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب قیامت کے دن تمام لوگ ننگے قبروں سے اُٹھیں گے تو کیا ایک دوسرے کو دکھائی نہیں دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ہیبت ناک منظر ہوگا اور نفسا نفسی کی حالت ہوگی کہ اپنے علاوہ کسی اور کا پتہ بھی نہیں ہوگا کہ کوئی اور موجود بھی ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اور پھر بعد میں سب مؤمنین کو پہنایا جائے گا۔ انتہائی پریشانی کا عالم

ہوگا۔ بچے بھی ہیبت کے مارے بوڑھے ہوجائیں گے۔ مؤمنین قبروں سے اُٹھنے کے بعد سروں سے گرد جھاڑتے ہوں گے اور مقربین عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ مؤمنین پر قیامت کے پچاس ہزار سال کا دن ایسا گزرے گا جیسے صبح کی دو رکعت نماز یا عصر کی چار رکعت نماز میں وقت صَرف ہوتا ہے۔ قیامت کے دن اولاً حساب کتاب قائم نہیں کیا جائے گا۔ لوگ بہت پریشان ہوں گے۔ لوگ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور درخواست کریں گے کہ اللہ سے سفارش کریں کہ حساب کتاب شروع ہو۔ اللہ تعالیٰ کے جلال کے وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام ہمت نہیں کرسکیں گے اور عذر کریں گے، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام یہاں تک کہ باری باری حضرت عیسٰی علیہ السلام سے درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کریں کہ حساب جلدی شروع ہو لیکن تمام انبیاء علیھم السلام عذر کریں گے۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر جائیں گے، سجدہ میں اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض خاص صفات کھولیں گے جس کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں اللہ سے سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائیں گے کہ شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔ سوال کر تیرے سوال کو پورا کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ظہور قیامت کے دن کئی طرح سے ہوگا، پہلا ظہور حساب کتاب کے شروع کرنے سے ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے روز تین مقامات پر مُجھ سے مل سکتے ہو، ایک میزان کے پاس جہاں اعمال تولے جائیں گے، دوسرے حوض کوثر کے مقام پر اور تیسرے جہاں اعمال نامے اُڑائے جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

جب قبروں پر گذر ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ (ترمذی)

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اور ہماری مغفرت فرمائے، تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

☆☆☆☆☆

سید سعید اللہ مازارہ

حفاظتِ قرآن مجید (قسط: ۸)

جمعِ قرآن بعہد حضرت عثمانؓ :

سات احرف سے نزول: عرب کے مختلف اطراف کے قبائل لہجہ اور لغت میں ایک دوسرے سے مختلف تھے ۔ایک قبیلہ کیلئے دوسرے قبیلہ کا لہجہ اور لغت اختیار کرنا مشکل تھا، جس سے کسی خاص لغت میں قرآن مجید پڑھنے کے لزوم سے باقی لغات والے حرج میں پڑھتے تھے۔ اس لئے ہجرت کے بعد جب عربی قبائل کثرت سے اسلام میں داخل ہونے لگے تو قرآن مجید کے ساتھ ان کا شغف پیدا کرنے ،اس کو یاد کرنے اور اس کے سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک حرف سے زائد سات احرف تک نزول ہوتا رہا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیمؓ سے سورۃ الفرقان نماز میں کئی ایسے احرف سے سنی جن کو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھایا تھا۔ قریب تھا کہ میں اس پر نماز میں جھپٹتا لیکن میں نے اس کے سلام پھیرنے تک انتظار کیا سلام پھیرنے کے ساتھ ہی میں نے اس کی گردن میں چادر ڈال کر دبایا اور پوچھا کہ آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ، میں نے کہا تو نے جھوٹ بولا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اُس حرف سے نہیں پڑھایا جس حرف سے تو نے پڑھا۔ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر کے یہ عرض کیا کہ میں نے اس سے سورۃ الفرقان ایسے حروف سے سنی جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ہشام! پڑھو، تو اس نے اس قرأت سے پڑھا جس سے میں نے اُس سے سنا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تم پڑھو، میں نے اُس قرأت سے پڑھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح نازل ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ ھٰذَاالْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِاَحْرُفٍ فَاقْرَءُ وْامِنْہُ مَاتَیَسَّرَ (صحیح بخاری ۲:۷۴۷)

ترجمہ: بیشک یہ قرآن سات احرف سے نازل ہوا پس ان میں اُس حرف سے پڑھو جو آسان ہو۔

اور حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام اضاۃ بنی غفار کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ امت کو قرآن مجید ایک حرف سے پڑھاؤ۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ

میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت چاہتا ہوں، کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اسی طرح دوسری بار بھی جبرئیلؑ آپ کے پاس آئے اور تیسری بار بھی اور یہی بات کہی۔ جب چوتھی بار آئے تو فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکَ اَنْ تقرئ امتَكَ القرآن علیٰ سبعۃِ احرف فایّما حرفٍ قرءُ وْ ا علیه فَقَدْ اصَابُوا۔(العسقلانی فتح الباری)

بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ امت کو قرآن سات احرف سے پڑھایا کریں جس حرف سے بھی وہ پڑھیں انھوں نے صحیح پڑھا۔

زمانۂ نزول بہفت احرف:

سات احرف سے نزول ہجرت کے بعد مدنی زندگی کے اواخر میں ہوتا رہا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے "وذالك بعد ان كثر دخول العرب فی الاسلام فقد ثبت انّ ورود التخفيف بذالك كان بعد الهجرة كما تقدم فی حدیث ابی بن كعب ان جبرئيل لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو عند اضائة بنی غفار"۔(سات احرف سے قرآن کا نزول اس وقت سے شروع ہوا جبکہ عرب بکثرت اسلام میں داخل ہونے لگے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ اس کے ذریعے آسانی ہجرت کے بعد ہوئی تھی جیسا کہ ابی بن کعب کی حدیث میں گزر چکا کہ جبرئیلؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اضاءۃ بنی غفار میں ملے۔) اور اضاءۃ بنی غفار کے بارے میں لکھا ہے وھو موضع بالمدینۃ النبویۃ ینسب الیٰ بنی غفار (یہ مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے جس کی نسبت بنی غفار کی جانب کی جاتی ہے)

نیز حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کا سات احرف سے نزول کا علم اس وقت تک نہ تھا جب تک کہ ان کو ہشام بن حکیمؓ سے مذکورہ واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ ان کے درمیان یہ واقعہ فتحِ مکہ کے بعد پیش آیا جو علامہ ابن حجر کے اس قول سے ثابت ہے۔ لہ ولا بیہ صحبۃ و کان اسلامھما یوم الفتح (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہشامؓ اور ان کے باپ حکیم کی صحبت ثابت ہے یہ دونوں فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔)

فتح مکہ تک حضرت عمرؓ کو اس کا علم نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ سات احرف سے قرآن کا نزول مدنی دور کے اواخر میں ہوتا رہا۔

حکمتِ نزول بہفت احرف:

حضرت عمرؓ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادمُبارک '' **فَا قرءُ وُ اما تیسر مِـنْـهُ** '' اورحضرت ابی بن کعبؓ کی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول '' **فَـاِنَّ اُمَّتِـیٓ لا یَـطِـیقُ ذٰلِک** '' میں سات احرف سے نزول کی حکمت پر تصریح ہے۔جیسا کہ ابن قتیبہؒ نے اس حدیث کی تشریح میں بتایا ہے۔ **کَـانَ من تَیۡسیرِ اللّٰه اَنۡ اَمَرَ نبِیَّهٗ اَنۡ یقرءَ کُلُّ قَوۡمٍ بِلُغَتِهِمۡ فَالۡهُذَلِیُّ یَقۡرَءُ ''عَتّٰی حِیۡن'' یـریـد''حتّٰی حین''والاسدِیُّ یقرءُ''تِعۡلَمُوۡنَ''بکسۡرِ اَوَّلِهٖ، والتَّمِیۡمِیُّ یُهَمِّزُ،قال:وَلَوۡاَرَادَ کُلُّ فَـرِیۡـقٍ مِّـنۡهُـمۡ اَنۡ یَّـزُوۡلَ عَـنۡ لُـغَتِهٖ وَمَا جریٰ عَلَیۡهِ لِسَانُهٗ طِفۡلاً وَّنا شِئًاوَّ کَهۡلاً لَشَقَّ عَلَیۡهِ غَایَةَ الۡـمُشَـقَّةِ،فَیَسَّـرَعَلَیۡهِمۡ ذٰلِکَ بِـمَنِّهٖ** (العسقلانی:فتح الباری،۱۰:۳:۴) ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آسانی ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوحکم فرمایا کہ ہر ہر قوم اپنی اپنی لغت میں پڑھے کیونکہ ہذلی 'عَتّٰی حِین'' پڑھتا ہے اوراس کاارادہ ''حَتّٰی حین '' ہوتا ہےاوراسدی ''تِعۡلَمونَ'' کے پہلے حرف تاء کوکسرہ کے ساتھ پڑھتا ہے اور تمیمی ہمزہ پر تلفظ کرسکتا ہے قریشی نہیں کرسکتا ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اگر ان قبائل میں سے ہر ہر قبیلہ بچہ ،جوان، بوڑھاارادہ کرتے کہ اپنی لغت سے اور جس پر اسکی زبان جاری ہے اس سے (یعنی لہجہ سے) ہٹ جائے تو یہ ان کے لئے بڑی مشقت کی بات ہوتی،اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے احسان سے آسانی فرمائی۔''

قرأت کا توقیفی ہونا:

چونکہ آسانی مطلوب تھی نہ پابندی۔اسلئے ان پر یہ لازم نہ تھا کہ وہ اپنی لغت کے مطابق قرأت کریں بلکہ یہ ضروری تھا کہ جس حرف سے بھی پڑھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لیا ہوجیسا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ہشامؓ دونوں قریشی تھے اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حرف سے سنا اور حضرت ہشامؓ نے دوسرے حرف سے اور ہر ایک اُس حرف سے قرأت کرتا رہا جس حرف سے اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ان دونوں حضرات صحابہؓ کے اختلاف اور دونوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے ہوئے حرف کے مطابق پڑھنے کے بارے میں علامہ آلوسی نے لکھا ہے:

فکم صحابی هُوَمِن قَبِیۡلَةٍ وعٰی کلمة نزلت بلغة قبیلةٍ اُخریٰ و کلا هما من السبع وَلَیۡسَ لَهٗ اَنۡ یُّغَیِّـر ما وعٰی ،بَلۡ کثیرًا ما یختلِفُ صَحابیانِ مِنۡ قَبِیۡلَةٍ فی الروایةِ عن رسُول اللّٰه صلی الـلـه عـلیه وسلم و کُلّ مِنۡ رِوایَتَیۡهِمَا عَلٰی غیرلغتهما کُلُّ ذٰلِکَ اتِّباعًا لماانزلَ اللّٰه تعالیٰ

وتَسْلِيْمًا لِمَا جَاءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (روح المعانی ۱:۲۱) ”کئی صحابہ کرام ایسے تھے جو ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے اور انہوں نے ایسے کلمہ سے حفظ کیا جو دوسرے قبیلہ کی لغت میں نازل ہوا تھا اور وہ دونوں کلمات سات احرف میں سے ہوتے ان کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ جو کلمہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کیا تھا اس کو متغیر کریں بلکہ اکثر ایسا ہوا کہ ایک قبیلہ کے دو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت میں مختلف ہوئے اور ہر ایک کی روایت اس کی اپنی لغت میں نہیں ہوتی تھی۔ یہ سب **ماانزل اللّٰہ** کے اتباع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ لایا اس کے سامنے تسلیم کی بناء پر تھا۔“ اس لئے جہاں ایک حرف سے زائد احرف سے نزول ہوتا وہاں وہ جس حرف سے بھی چاہتے پڑھتے اور پڑھاتے۔

جن جن صحابہؓ کو سات احرف سے نزول کا پتہ نہ تھا وہ جب بھی دوسرے صحابہ سے ایسے حرف سے سنتے جس حرف سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا تو وہ اس پر انکار کردیتے اور اسے صرف اتنا کہنے پر نہ چھوڑتے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے پڑھایا ہے بلکہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کردیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سات احرف سے نازل ہونے کی خبر فرماتے جس سے ان کا آپس میں اختلاف رفع ہوتا رہتا۔

اِختلاف احرف سے اِختلاف اُمّت کا خطرہ:

اس قسم کے متعدد واقعات پیش آئے جس کی بناء پر سات احرف سے نزول کے بارے میں احادیث تواتر تک پہنچ گئیں (السیوطی: الاتقان ۱:۴۵)۔ اس لئے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں اختلاف احرف کے بارے میں اختلاف کا کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ زمانہ گزرتا رہا اور اسلام دور دراز علاقوں میں پھیلتا رہا۔ ہر ہر علاقہ کے لوگوں کو قرآن مجید نازل شدہ احرف میں سے کسی حرف سے پڑھایا جاتا۔ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں ایسے مواقع پیش آئے کہ ایک دوسرے سے ایسے حرف سے سُننے لگے جس حرف کے بارے میں ان کو یہ یقین حاصل نہ تھا کہ یہ بھی نازل شدہ حرف ہے اس سے ان کا آپس میں اختلاف آیا۔

چنانچہ فتح آرمینیہ (یہ واقعہ آپؓ کی خلافت کے ایک سال گزرنے کے بعد پیش آیا۔ فتح الباری ۹:۱۷) کے موقع پر شام اور عراق کی فوجیں جمع ہوچکی تھیں۔ ہر ایک فوج نے دوسری سے قرآن مجید ایسے حرف سے سنا جس کے بارے میں ان کو یہ یقین حاصل نہ تھا کہ یہ بھی نازل شدہ حرف ہے۔ اس سے ہر ایک دوسرے کو غلط کہنے لگا، قریب تھا کہ ان کا آپس میں قتال شروع ہوجاتا۔ اس اختلاف سے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ خوف زدہ ہوئے

اور وہاں سے مدینہ آ کر حضرت عثمانؓ کو حالات سے آگاہ کر کے فرمایا **اَدْرِکْ ھٰذِہِ الاُمَّۃَ قَبْلَ اَنْ یَّخْتَلِفُوْا فِی الْکِتَابِ اِخْتِلَافَ الْیَھُوْدِ وَ النَّصَارٰی** (صحیح بخاری۲:۷۴۶) ''آپؓ امتِ مسلمہ کے یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب میں باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی خبر لے لیجئے۔'' اس خطرہ کو حضرت عثمانؓ اس سے پہلے محسوس کر چکے تھے جبکہ مدینہ منورہ میں شاگردوں کے آپس میں اس قسم کے واقعات پیش آ چکے تھے یہاں تک کہ اختلاف کا یہ مسئلہ اساتذہ تک بھی پہنچ چکا تھا۔ (ابن ابی داوٗد: کتاب المصاحف:۲۱)

اس خطرناک اختلاف کے مٹانے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ عرصۂ اخیرہ میں پڑھے ہوئے حرف اور ترتیب کے مطابق قرآن مجید جمع کر کے تمام اُمت کو اس کے مطابق پڑھنے اور مصاحف لکھنے کا حکم کیا جائے۔ چنانچہ اس جمع کے لئے مندرجہ ذیل محتاط طریقہ اختیار کیا گیا۔

(ب) طریقۂ جمع قرآن:

حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت کے مطابق جب حضرت عثمانؓ نے اختلافِ قرأت کی بنا پر امت میں اختلاف آنے کا خطرہ محسوس کیا تو آپؓ نے صحابہ کرامؓ سے پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ جس کے پاس کتاب اللہ میں سے جو کچھ موجود ہو وہ لائے۔ آپؓ کے اس ارشاد پر صحابہ کرامؓ نے چمڑوں کے ٹکڑے، تختیاں، شانہ کی ہڈیاں، کھجور کی شاخوں کی ڈنٹھلیں وغیرہ جن جن میں قرآن مجید لکھا ہوا تھا لاتے۔ ہر ہر نوشتہ لانے والوں سے آپؓ دو باتوں کے بارے میں قسم لیتے رہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سننے کا (۲) اور اپنے روبرو کاتب سے کتابت کرنے کا۔

چنانچہ آپؓ ان کو یہ فرماتے: **"لَسِمِعْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَھُوَ املاہُ عَلَیْکَ"** ''کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر اس کا املاء فرماتے''۔ تو وہ جواب میں کہتا ''نعم''! (ہاں)۔

جب حضرت عثمانؓ اس سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کتابت میں سب سے زیادہ ماہر کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ''کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن ثابت'' پھر آپؓ نے پوچھا کہ فصیح ترین شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ سعید بن العاص جو لہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد آپؓ نے فرمایا سعیدؓ املاء کرے اور زید لکھے۔ اس طرح مصاحف لکھے گئے اور لوگوں میں پھیلا دیئے گئے۔ (ابن ابی داوٗد: کتاب المصاحف:۲۴)

اس قسم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مصحف صحابہ کے لائے ہوئے نوشتوں سے لکھا گیا ورنہ حضرت عثمانؓ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سننے اور املاء فرمانے پر قسم نہ لیتے۔ شیخ محمد طاہر الکردی نے بھی اس قسم کی روایت ابن عساکر کے حوالہ سے تاریخ القرآن میں نقل کی ہے جس کے بارے میں یہ رائے قائم کی ہے "فَرِوَایَۃُ ابن عَساکر ھٰذِہٖ تَقْتَضِیُ ان عثمانَ استأنف فِی جمعِہٖ اخذ القراٰن من النَّاس وبعداَنْ استوثق بصحۃ ماأتوہ بہ من الاٰیات القراٰنیۃِ اَمَرَ زیدًا ومن امعہ بکتابتہٖ ونسخِہٖ (الکردی: تاریخ القرآن ۶:۵۵۹) "ابن عساکر کی اس روایت کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ازسرِ نوجمعِ قرآن کی مہم اس طرح شروع کی کہ لوگوں سے قرآن (یعنی قرآن کے نوشتے) لیے اور پھر ان نوشتوں کے صحیح ہونے پر وثوق حاصل کیا۔ تب انہوں نے زید بن ثابتؓ اور جو حضرات ان کے ساتھ تھے ان کے لکھنے پر مامور فرمایا۔"

اس کی تائید صحیح بخاری میں ابن شہاب کے طریق سے حضرت زید بن ثابتؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ فقدتُ اٰیۃً من الاحزاب حِینَ نَسَخْنَا المصحفَ قدکنتُ اسمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرءُ بھا فَالْتَمسنَاھا فوجدناھا مع خزیمۃ بن ثابت الانصاری، "مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاھَدُو اللّٰہَ عَلَیْہِ الاٰیۃ فَاَلْحَقْنَاھَا فی الْمصحَفِ "جس وقت ہم نے مصحف لکھا اُس وقت میں نے سورۂ احزاب کی آیت نہیں پائی جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرأت کرتے ہوئے سنتا رہا ہم نے اس کی تلاش کی تو اسے خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے ہاں پایا، وہ آیت "مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاھَدُو اللّٰہَ عَلَیْہِ(الاٰیۃ) ہے جس کو ہم نے اپنی سورت میں ملا کر مصحف میں لکھا"۔

اس حدیث میں ایک بات یہ بتائی گئی ہے کہ ان کو سورۂ احزاب کی آیت اُس وقت نہیں ملی جس وقت انہوں نے مصحف لکھا۔ (جس پر "حِینَ نَسَخْنَاالمصحف" دلالت کرتا ہے۔) اور دوسرے یہ کہ مصحف کے لکھنے میں صرف یادداشت پر اکتفاً نہیں کیا گیا تھا (جو قَد کنتُ اسمع رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرأبھا سے واضح ہے) بلکہ یاد ہونے کے ساتھ ساتھ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لکھا ہوا نوشتہ بھی مل جاتا تب اس کو مصحف میں شامل کیا جاتا۔ چنانچہ یہ آیت ان کو یاد تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں سنتے رہتے، اس کے باوجود اس کو مصحف میں اس وقت تک نہیں لکھا گیا جب تک کہ اس کا

نوشتہ نہیں ملا۔ جب ان کو اس کا نوشتہ حضرت خزیمہ انصاری کے ہاں ملا تب انہوں نے اس نوشتہ سے اس آیت کو اس کی اپنی سورت میں لکھ کر مصحف میں شامل کر دیا۔ ان احادیث میں حضرت حفصہؓ سے صحف کے طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے مگر صحیح بخاری میں دوسری سند سے حضرت انسؓ کی روایت سے بتایا گیا ہے کہ جب حضرت خذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ کو عراق اور شام کی فوجوں کے آپس میں اختلافِ قرأت کی بناء پر اختلاف کے حالات بتائے تو آپؓ نے حضرت حفصہؓ سے صحف طلب کئے اور زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو ان صحف سے مصاحف لکھنے پر مامور فرمایا۔ (صحیح بخاری ۲: ۷۴۶)

حضرت انسؓ کی اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لکھے ہوئے نوشتے طلب کئے تھے جن سے مصحف لکھا گیا۔

ان احادیث کے ساتھ جب ابن جریر طبریؒ کی روایت کردہ حدیث بھی مدنظر رکھی جائے تو جمعِ قرآن بعہد حضرت عثمانؓ کا پورا واقعہ بالترتیب واضح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب حضرت خذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ کو آرمینیہ میں عراق اور شام کی فوجوں کا قرأت میں اختلاف کی بناء پر آپس میں لڑنے کے خطرہ سے آگاہ کیا تو آپؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو مصحف لکھنے پر مامور فرمایا اور جب حضرت زیدؓ مصحف کی کتابت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مصحف کا مقابلہ سینوں میں حفظ کے ساتھ کیا۔

جس میں انھوں نے سورۃ الاحزاب کی آیت ''من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھد واللہ علیہ'' نہیں پائی۔ آپؓ نے اس کو مہاجرین پر پیش کیا تو ان میں سے کسی کے ہاں نہیں ملی۔ پھر انصار پر پیش کیا آخر کار انہوں نے یہ آیت خزیمہ بن ثابت انصاری کے ہاں پائی جس کو انہوں نے مصحف میں لکھا۔ اسی طرح دوسری بار بھی لکھے ہوئے مصحف کا مقابلہ یادداشت سے کیا اور جب تیسری بار اس کا مقابلہ حفظ کے ساتھ کیا تو مصحف میں کسی قسم کی کمی نہیں پائی۔ (حدیث کے الفاظ ہیں '' فلما فرِغتُ عرضتةً عَرضةً فَلم اجد فیه هٰذه الاٰیة''من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللّٰه علیه (الٰی) وما بَدَّلُوا تبدِیلاً''قال فاستَعرَضتُ المهاجرینَ اسأَلُهُم عنها فلم اَجِدُها عند احدٍ مِنهُم ثم استَعرَضتُ الانصار'' (الحدیث) لغت میں ''عَرَضَ'' کا معنی بتایا گیا ہے یاد سے پڑھنا جیسا کہ شیخ عبداللہ البستانی اللبنانی نے کہا ہے ''عَرَضَ الکتابَ قَرءَہٗ عن ظهر القلب (البستان ۲: ۱۵۵۲) یعنی یاد سے کتاب پڑھتی۔ اور لسان العرب میں ہے ''عرضت الکتاب'' اور ''عرضت الجُندَ عرض العینِ'' اذا قررتَهُم علیکَ ونظرتَ مَاحالُهم (لسان العرب ۹: ۴۸) یعنی یہ کلمات ایسے مواقع پر استعمال کئے جاتے ہیں کہ جب آپ کسی چیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے گزاریں اور دیکھیں کہ اس کا حال کیسا ہے۔ اس بناء پر حدیث میں ''فلمّا فرغتُ عرضتةً'' کا مطلب یہ ہے کہ جب میں

(یعنی زید بن ثابتؓ) مصحف لکھنے سے فارغ ہوا تو میں یاد سے پڑھتا رہا اور مصحف میں دیکھتا رہا کہ کوئی آیت ایسی تو نہیں رہی جو سینوں میں تو محفوظ ہو مگر مصحف میں نہیں لکھی گئی ہو۔[۲] ''استعرضتہٗ'' کا معنی بتایا گیا ہے ''ایْ قُلتُ لہٗ اعْرِضْ عَلَی ماعِنْدکَ'' (لسان العرب ۹ :۲۸) یعنی میں نے اس کو کہا کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ میرے سامنے پیش کرو۔تو ''فَاسْتَعْرَضْتُ الْمُهَاجِرِینَ'' کا معنی یہ ہوا کہ میں نے مہاجرین پر اپنی یادداشت سے یہ آیت پیش کی کہ کیا کسی کے پاس اس آیت کا نوشتہ ہے کہ میرے پاس لائے۔)

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے صحف طلب کئے جیسا کہ زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ **ثُم ارسلَ عثمانُ الٰی حفصۃَ یسئَا لُهَا ان تعطیَہُ الصحیفۃَ'' وَحَلَفَ لها لَیرُدَّنَّها الیها فاعطتہُ ایّاھافعرض المصحفَ علیهافلم یختلِفا فِی شَیْی ءٍ فردَّ ھاایاھافطابَتْ نَفسُہٗ واَمرالناسَ اَن یکتُبوا مصاحِفَ** (الطبری: جامع البیان ۱:۲۱) ''اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس کسی کو بھیجا کہ وہ ان کو یعنی حضرت عثمانؓ کو صحیفہ حوالہ کرے اور حلف لیا کہ وہ اِن (حضرت حفصہؓ) کو صحیفہ ضرور واپس کریں گے۔آپؓ نے حضرت عثمانؓ کو صحیفہ حوالہ کیا حضرت عثمانؓ نے خود مصحف کا مقابلہ اس صحیفہ کے ساتھ کیا پس دونوں میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا پھر آپؓ نے صحیفہ واپس کیا اور آپ کا دل خوش ہوا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے مصاحف لکھیں۔'' اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت معصب بن سعد بن ابی وقاص کی حدیث میں جمع قرآن کے واقعہ کی ابتداء کو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے پہلے صحابہ کرامؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لکھے ہوئے نوشتے طلب کئے کہ ان سے مصحف لکھا جائے اور حضرت انسؓ کی حدیث میں اس واقعہ کے اخیر کو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت حفصہؓ سے حضرت عثمانؓ نے صحف طلب کئے تھے ۔ابن جریر طبری کی اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضرت حفصہؓ سے صحف طلب کرنے سے پہلے حضرت زیدؓ نے اس مصحف کا مقابلہ بار بار سینوں میں حفظ کے ساتھ کیا اور اس مصحف میں سورہ احزاب کی ایک آیت اور سورۂ التوبہ کی آخری دو آیات نہیں پائیں اور یہ اس لئے کہ صحابہؓ کے لائے ہوئے نوشتوں میں ان آیات کے نوشتے نہیں لائے گئے تھے جو تلاش کرنے پر مل گئے اور مصحف میں شامل کئے گئے۔

جب حضرت زید بن ثابتؓ نے بار بار اس مصحف کا مقابلہ حفظ کے ساتھ کیا اور ان کو اس پر پختہ یقین حاصل ہوا کہ کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں رہی جو مصحف میں نہیں لکھی گئی ہو۔تب حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد کے جمع شدہ صحف طلب کئے جن کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے خود اس مصحف کا مقابلہ کیا جب انہوں نے ان صحف اور مصحف میں کوئی اختلاف نہیں پایا تب آپؓ نے اس

مصحف سے اور مصاحف کے لکھنے کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ حضرت انسؓ کی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس کسی کو بھیج کر یہ فرمایا "اَنْ اَرسِلیْ اِلینا بالصحف ننسَخُھَافی المصاحِفِ" چنانچہ آپؓ نے "ننسخھافی المصحف" نہیں فرمایا کیونکہ مصحف پہلے سے صحابہ کرامؓ کے لائے ہوئے نوشتوں سے لکھا گیا تھا جن کے بارے میں آپؓ نے ہر ہر نوشتے لانے والے سے یہ قسم لی تھی "لَسَمِعْتَ رسول اللّٰہ وھو املاہُ علیک" اور پھر اس مصحف سے مصاحف تب لکھے گئے جب اس مصحف کا مقابلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں جمع شدہ صحف سے کیا گیا اور دونوں میں کوئی اختلاف نہیں پایا۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ "جمع قرآن بعہد حضرت عثمانؓ " میں تین مأخذ پر اعتماد کیا گیا (۱) رسول اللہ کے روبرو لکھے ہوئے نوشتے (۲) سینوں میں محفوظ ہو (۳) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں باجماع صحابہ جمع شدہ صحف (جن کے جمع کرنے میں دو مأخذ پر اعتماد کیا گیا تھا (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لکھے ہوئے نوشتے (۲) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صدری حفاظت جیسا کہ زید بن ثابتؓ نے اس عہد کی جمع کے بارے میں فرمایا تھا۔ فَتتَبَّعْتُ القراٰن اجمعه من العسب و اللخاف وصدور الرجال (صحیح بخاری ۲:۷۴۶)

☆☆☆☆☆

حضرت انسؓ سے ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے انس! اگر تو غسل جنابت بہت خوبی کے ساتھ کرے گا تو بلاشبہ نہانے کی جگہ سے اس حال میں جدا ہو گا کہ کوئی گناہ اور خطا تجھ پر باقی نہ ہوگا (یعنی صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے)۔

حضرت انسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! خوبی کے ساتھ غسل کس طرح کیا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالوں کی جڑوں کو تر کرے (کہ کسی بال کی جڑ خشک نہ رہ جائے) بدن پر پانی ڈال کر خوب مَل کر صاف کرے (کہ کہیں سوکھا رہنے کا احتمال نہ ہو) پھر شفقتاً فرمایا اے میرے پیارے بیٹے اگر تجھ کو ہر وقت باوضو رہنے کی طاقت ہے تو ایسا (ہی) کر (کیونکہ) جس کو باوضو ہونے کی حالت میں موت آئے تو اس کو شہادت (کا ثواب) مرحمت ہوگا۔ (ابویعلی)

☆☆☆☆☆

مغربی دنیا سے ایک خط

سیدی ومرشدی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی دعا سے یہاں سب خیریت ہے۔تقریباً دو ماہ پہلے ایک خط ارسال کیا تھا امید ہے مل چکا ہوگا۔آپ کے خطوط میرے لیے تجدیدِ ایمان و یقین کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

دو دن قبل سویڈن سے واپس آیا ہوں۔محکمہ کی طرف سے ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے گیا تھا۔ واپسی پر ایک دن سوئٹزرلینڈ میں بھی ٹھہرا۔یورپ کا ماحول دیکھا۔ان دس دنوں کے دوران جوں جوں میرا مشاہدہ بڑھتا گیا توں توں اسلام کی محبت میرے دل میں بڑھتی گئی۔ترس آیا ان لوگوں کی تنہا Isolated اور خودغرض زندگی پر۔وہاں کوئی کسی سے سلام دعا نہیں کرتا۔بات گھوم پھر کر میرا پیسہ اور میری زندگی پر ختم ہو جاتی ہے۔دوسرے کا دکھ بانٹنا sharing اور دوسرے کا خیال رکھنا caring کے رویے کا وہاں تصور تک نہیں۔

جب ہم سوئٹزرلینڈ ائرپورٹ پر پہنچے تو ایئرپورٹ پر ایک لمبی لائن تھی جو کہ زرمبادلہ وغیرہ کے لیے تھی۔ہم بھی لائن میں کھڑے ہوگئے۔میرے پیچھے ایک بوڑھا شخص کھڑا تھا۔وہ اگلی فلائٹ کے لیے لیٹ ہو رہا تھا۔اس نے مجھ سے درخواست کی کہ اس کو آگے جانے دیا جائے، مجھے کوئی اعتراض نہ تھا لیکن جوں ہی وہ آگے بڑھنے لگا تو پیچھے سے ایک یورپی نوجون نے اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ لائن کو کیوں کراس کر رہا ہے۔بوڑھے نے کہا کہ اس نے اجازت لی ہے اور وہ اگلی فلائٹ کے لیے لیٹ ہو رہا ہے، مزید یہ بھی کہ وہ بوڑھا ہے۔اس پر گورے نوجوان نے کہا کہ اگر وہ بوڑھا ہے تو اسے خوش ہونا چاہئے کہ وہ زندگی سے لطف اندوز ہو چکا ہے، اب ہم نوجوانوں کا وقت ہے۔سب لوگوں نے اس گورے نوجون کا ساتھ دیا اور اس بوڑھے کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔اس وقت مجھے اپنا دین اور کلچر بہت یاد آئے۔

کانفرنس کے دوران اصل موضوع ''شراب اور اس کے نتیجے میں ہونے والے جرائم'' مثلاً قتل اور عصمت دری وغیرہ تھا۔چائے کے وقفے کے دوران چند گورے میرے اردگرد جمع ہوگئے اور گفتگو کرنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ دیکھو! شراب پر کتنا پیسہ خرچ ہوتا ہے، پھر اس کے نتیجے میں کتنے جرائم ہوتے ہیں، اور آپ لوگ کتنا پیسہ خرچ کر کے یہ کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں اور اس مسئلے کی وجہ سے کتنے پریشان ہیں۔اگر اسلام کے مطابق شراب سے مکمل پرہیز کیا جائے تو اس مسئلے کی جڑ ہی ختم ہو جائے۔اس پر ایک انصاف پسند honest گورے نے اثبات میں کہا کہ شاید ہمیں آپ لوگوں کی طرف ہی لوٹنا ہوگا اور آپ کا نظام اپنانا

ہوگا۔ میں نے کہا کہ اسی میں خیر ہے۔

لیکن افسوس کہ وہاں پر ایک ایرانی بھی جو کہ مسلمان تھا گفتگو میں شامل ہوگیا اور خوشامد سی کرنے لگا کہ اگر یہ لوگ شراب پیتے ہیں تو ہمارے ملکوں میں افیم وغیرہ (opiates) استعمال ہوتے ہیں۔ اس ایرانی نے کانفرنس کے دوران کچھ مقالہ بھی پیش present کیا جو کہ بالواسطہ ہمارے مذہب پر حملہ تھا۔ مثلاً کہنے لگا کہ ہمارے ملکوں میں اور ہمارے کلچر میں قہقہہ مار کر ہنسنا برا مانا جاتا ہے، اور مزید کہنے لگا کہ ہمارے اسلامی ملکوں میں تھوڑا بہت depression (افسردگی) نارمل سمجھا جاتا ہے۔ اس پر یورپی بہت خوش ہوئے اور اس کی آئندہ بھی کانفرنس میں آنے کے لیے حوصلہ افزائی کی۔ اس مسلمان کے اس احساسِ کمتری پر مجھے رحم بھی آیا اور ہنسی بھی آئی۔

میرے قلب میں ایمان کی جو حلاوت یورپ جا کر محسوس ہوئی آپ کی صحبت کے سوا کہیں بھی محسوس نہیں ہوئی۔ ہر مقام اور ہر موقع پر میرے آنسو خود بخود رواں ہو جاتے تھے۔ ان دس دنوں کے دوران اکثر میری زبان پر یہ جاری رہا ؎

خودی کا سرِّ نہاں لا الہ الاّ اللہ خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ

؎ زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

خدا کی قسم یورپ میں ان دِنوں کے دوران میرے دل میں اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ڈاکٹر فدا محمد صاحب کی محبت موجیں مارتی رہی۔ ایسے لگتا تھا کہ ڈاکٹر فدا صاحب کے نقشِ پا میرے دل کے اندر ہیں۔ دن میں کئی بار میرے آنسو رواں ہوجاتے تھے اور لوگ مجھے دیکھتے تھے۔ کمرے میں پہنچ کر نماز کے بعد چیخیں مار مار کر روتا تھا، یہ صرف افراطِ محبتِ اسلام کی وجہ سے تھا۔

لیکن افسوس کہ ساؤتھ افریقہ پہنچ کر اس کیفیت کی وہ شدت نہ رہی۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر آپ کی رہنمائی حاصل نہ ہوتی تو شاید میں یورپ میں کتے سے بھی بدتر وقت گزار کر واپس آتا "وما توفیقی الا باللہ"۔

آپ کا خادم گستاسپ

ڈائریکٹر محکمہ صحت جنوبی افریقہ

☆☆☆☆☆

سلام بحضورِ سرورِ دو جہاں فخر الاولین والاخرین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

(ڈاکٹر اعجاز خٹک، پروفیسر پیتھالوجی خیبر میڈیکل کالج پشاور)

دغه دعا، دومره خواهش، دا مے پیغام اوایئ
بس شهنشاهٔ مدینے ته مے سلام اوایئ
دا ورته وایه چه ستا مینے مے روندون بدل کرو
دا ورته رو رو په ادب او احترام اوایئ
دَ خپل دربار دَ غلامانو مے غلام قبول کری
دغه اعزاز را کری بس دُومره مے انعام اوایه
زمونر نبی دئے، آخری دے محمدؐ عربی
دا منکیرینو ، کافرانو ته په بام اوایه
خواهش لرم چه مرگ رازی په مدینے کے راشی
دوه گزه زئے ورته زما هم دَ آرام اوایه
دَمدینے په مبارك سفر دے تله قبول شه
چه ورنزدے شے دَ اعجاز هم ورته نام اوایه

☆☆☆☆☆

حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ

اصلاحی مجلس

تقویٰ، اعمالِ صالحہ، ذکر اور دل کا بیدار و روشن ہونا، اس پر جو آخرت کے انعامات ملتے ہیں وہ تو ہیں ہی مگر دنیا میں جو انعامات ملتے ہیں اُن میں روحانی انعامات میں سے ایک ہے مؤمن کی بصیرت، کہ اُس کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا اور وہ دھوکہ میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی ایسی رہنمائی کر دیتا ہے اور ایسی آگاہی کر دیتا ہے کہ وہ دھوکے میں نہیں آتا۔ اور شرحِ صدر کہ کس وقت کیا کام کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل۔۹۷)

ترجمہ: جو شخص کوئی نیک کام کریگا خواہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی دیں گے۔

تو پاکیزہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی یہ ساری رحمتیں اور نعمتیں ہوتی ہیں۔ رحمت کے حالات، باطنی سکون کے حالات، برکت کے حالات اور شرحِ صدر کے حالات، نورِ بصیرت اور باطنی بصیرت کے حالات اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ تو یہ مومن کے لیے نقد انعامات ہوتے ہیں اور وہ ان سے لطف اُٹھا رہا ہوتا ہے جبکہ دنیا والوں کو اس کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ دنیا والے تو ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی پریشان وخوار پھر رہے ہوتے ہیں۔ ہماری ایک میڈیکل کالج کی طالبعلم لڑکی تھی۔ اُس کا باپ بھی ڈاکٹر تھا ر ماں بھی اور بہت کمائی والے ڈاکٹر تھے۔ ایک دن وہ اپنی دوسری سہیلی کو کہہ رہی تھی کہ تم سوچتی ہوگی کہ ہم لوگ بڑے مزے میں ہیں۔ تو میں تمھیں بتاؤں کہ ہمارے گھر کا کیا حال ہے۔ صبح جب ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھتے ہیں تو امی ابو کا ایسا جھگڑا ہوتا ہے کہ ناشتے کی پلیٹیں اُٹھا کر دیواروں پر مارتے ہیں اور بغیر ناشتہ کیے ہوئے اُٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ اور وہ جو اعلیٰ درجے کا باورچی رکھ کر اتنے ذوق وشوق سے ناشتہ تیار ہوا تھا اسے تو کھایا کتے بلیوں نے اور یہ دونوں آکر اپنے دفتر میں سر کو پکڑے ہوئے خوار چائے کی پیالی کینٹین سے منگا رہے ہوتے ہیں۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ۔۱۲۴)

ترجمہ: اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا۔

سب چیزوں کے ہوتے ہوئے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ کفار کے بارے میں کہا کہ انکو ہم مال اور اولاد دیں گے۔ ﴿لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ترجمہ: لیکن اُن کے ذریعے سے ان کو ہم دنیا کی زندگی میں عذاب دے گے۔

مال و اولاد مل رہے ہیں لیکن راحت کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے عذاب کے لیے۔صبح ہم گلستانِ سعدی پڑھ رہے تھے۔شیخ سعدیؒ نے بھی عجیب وغریب باتیں لکھی ہیں۔اُس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ایک درویش کی گھر والی کو حمل تھا۔اُس نے دعا مانگی کہ یا اللہ تعالیٰ تو اگر مجھے بیٹا عطا کرے تو اپنے کپڑوں کے علاوہ ساری چیزیں خیرات کرونگی۔ جب بیٹا پیدا ہوا تو واقعی اُس نے بڑا دستر خوان بچھایا اور فقرا کو کھلایا، پلایا اور خیرات کی۔کچھ عرصہ بعد خدا کی شان کہ میں ملکِ شام کے سفر پر تھا، واپس آیا تو میں نے اس کا پوچھا کہ کیا حال ہے۔اُنھوں نے کہا کہ جیل میں ہے۔تو میں نے کہا کہ جیل میں کیا کر رہا ہے۔تو اُس عورت نے کہا کہ بیٹا شراب پیئے ہوئے تھا اور اُس نے کسی آدمی کو مار دیا اور مفرور ہو گیا اور اُس بیٹے کی سزا اور پاداش میں حکومت نے باپ کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا ہے۔تو میں نے کہا کہ تو نے یہی چیز اور یہی نمونہ دعاؤں سے مانگا تھا کہ اس کے یہ فوائد تمھیں دنیا میں ہو رہے ہیں۔تو پھر وہ کہانی لکھنے کے بعد شعر لکھے ہیں کہ جن جن عورتوں کے حمل ہیں اگر وہ سانپ جَن لیں تو زیادہ اچھا ہو بجائے اسکے کہ وہ ایسی اولاد جنیں۔

سبحان اللہ تو یہ چیزیں عذاب بن رہی ہیں۔اشیاء مل رہی ہیں مگر اُن کے اثرات نہیں مل رہے کہ مال سے راحت وخوشی حاصل ہو، وہ نہیں ہو رہا سامانِ راحت ہے راحت نہیں ہے۔ایک بادشاہ سفر کر رہا تھا، اُس نے ایک کسان کو دیکھا جو کھیتوں میں ہل چلا کر درختوں کے سائے میں زمین پر لیٹا ہے اور خوب خراٹے بھر رہا ہے۔تو بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ اگر ایسی نیند مجھے نہ آئی تو تیرا سر قلم کر دوں گا۔پرانے زمانے کے جو وزیر تھے وہ ہوشیار ہوتے تھے۔تو وہ مہلت لے لیں تو بس مسئلہ حل۔تو اُس وزیر نے مسئلہ حل کرنے کے لیے ایک مہینہ کی مہلت لی۔بادشاہ نے کہا کہ مہلت ہے۔وہ اُس کسان کو اُٹھا کر شاہی دربار میں لے آیا۔پہلے تو کچھ اُس نے کھایا پیا پھر بھی لمبی تان کر سوتا رہا۔خوب مزے کئے اور خوب پَل کر پھول گیا۔پھر آہستہ آہستہ دربار کی باتیں سننے لگا تو اُس کو پتہ چلا کہ یہ مسئلہ ہے وہ مصیبت ہے۔وہاں کے جھگڑے، چپقلشیں، پھر ساتھ والا ملک جو ہے وہ مخالف ہے حملہ کر دیگا۔اِدھر سے فوج آئے گی۔تو جو مہینہ ختم ہونے کے قریب ہونے لگا۔تو وہ دربار کی ساری باتوں، مسائل اور پریشانیوں کو جو سمجھا تو بس اُس کی نیند بھی اُڑ گئی۔جیسے بادشاہ بیدار تھا ویسے ہی وہ کسان بھی بیدار تھا۔تو نیند کی نعمت اس زندگی کے بدلے میں ہے جو وہاں کھیت میں ہے۔

کوئی انگریزی کتاب تھی مجھے حوالہ یاد نہیں رہا اور بذاتِ خود پڑھی بھی نہیں تھی۔اُس میں لکھا ہے کہ ایک آدمی (timber) عمارتی لکڑی کا کاروبار کرنے والا جنگل میں گیا۔اُس نے دیکھا کہ ایک لکڑہارا آیا ہے

اور وہ تھوڑی سی لکڑیاں کاٹ کر جا رہا ہے۔ اُس سے پوچھا کہ تو کیا کرتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں لکڑیاں کاٹتا ہوں اور پھر بیچ دیتا ہوں آدھا خرچہ کرتا ہوں آدھی بچت ہو جاتی ہے۔ اُس کو کہا کہ تو بڑا نا سمجھ آدمی ہے تو ذرا اور محنت کر اور ٹمبر کے کام میں میرے ساتھ ہو جا خوب محنت کریں گے، بڑی آمدنی ہو گی اس نے کہا پھر! ٹمبر کے ٹھیکیدار نے آگے سے کہا ہم ایک خوبصورت مکان بنائیں گے۔ بڑیا سواری، بڑیا کپڑے ہوں گے۔ تو اُس نے کہا کہ پھر کیا ہو گا؟ خوب پر تکلف کھانے ہوں گے۔ لکڑ ہارے نے پوچھا پھر کیا ہو گا؟ ٹھیکیدار نے کہا کہ پھر کبھی کبھی ہم جنگل کی سیر کے لیے تھوڑی دیر کے لیے ایسے ہی آجایا کرینگے۔ تو اُس لکڑ ہارے نے کہا کہ تو جو اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد مجھے بتا رہا ہے وہی تھوڑی دیر کی سیر تو میں اب بھی کر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے آتا ہوں اور تھوڑی سی لکڑیاں کاٹ کر لے چلا جاتا ہوں اور بس سیر ہو جاتی ہے۔

دوسرا واقعہ اُس آدمی نے لکھا ہے کہ دریا کے کنارے ایک آدمی مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ ایک کاروباری آیا اور پوچھا کہ تو کیا کرتا ہے۔ تو اُس نے کہا کہ میں مچھلیاں پکڑتا ہوں بس ایک گھنٹہ پکڑتا ہوں تو اُس سے ہمارے گھر کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور کچھ ہمارے کھیت کے غلہ وغیرہ سے روٹی پک جاتی ہے۔ تو کاروباری نے کہا کہ تو بڑا نا سمجھ آدمی ہے بس ایک گھنٹہ کام کرتا ہے اگر تم آٹھ دس گھنٹے مچھلیاں پکڑا کرو تو زیادہ پیسہ آجائے اور تمھارا معیار زندگی بلند ہو اور ایسا ہو اور ویسا ہو، تمھارا محل ہو اور اعلیٰ سواری ہو۔ تو مچھیرے نے پوچھا پھر کیا ہو گا؟ تو اس کاروباری نے کہا کہ کبھی کبھی آپ ایک گھنٹہ کے لیے تفریح کے لیے مچھلیاں پکڑنے آیا کرینگے۔ تو اُس نے کہا کہ اتنی خواریاں کرنے کے بعد جو تو بتا رہا ہے کہ پھر میں ایک گھنٹہ کے لیے آیا کروں گا، تو پھر اب میں کیا کر رہا ہوں؟ میں وہی کچھ تو کر رہا ہوں جو تو کہہ رہا ہے۔

سبحان اللہ۔ تو اس لیے مومن جو دنیا کی چیزوں کو کرتا ہے وہ اس لیے نہیں ہے کہ اُس سے مادی وسائل حاصل کرے، کھائے اور مزے کرے۔ زبان کے چسکے اور گوشت کے لوتھڑے جو دو لوتھڑے ہیں اُن کے چسکے میں لگ جائے۔ آنکھ ہے اُس کا ایک چسکا ہے، کان ہے تو اس کا ایک چسکہ ہے۔ ان چار چسکوں کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ وہ دنیا کا کام خواہ کتنی ہی تندہی سے کرتا ہو اُتنا ہی اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا، کوئی مقروض تھا۔ تو اُس نے سوچا کہ نیک اور غنی آدمی ہیں صدقہ وخیرات کرنے والے، تو وہ آیا اور اُن کا مہمان ہو گیا۔ مسجد سے جب گھر آئے اور داخل ہوئے تو دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے تو اُنھوں نے نوکر کو بلایا اور کہا کہ تو نے اُس میں موٹی

بتی ڈالی ہے اور جب موٹی بتی ہوتی ہے تو تیل زیادہ لگتا ہے اور اس سے اسراف ہوتا ہے۔ تو اُس آدمی نے کہا کہ اُوہو کسی آدمی نے اس غلط جگہ بھیج دیا ہے کہ جو آدمی چراغ کی بتی پر اتنا جھگڑا کر رہا ہے وہ مجھے کیا دے گا۔ صبح یہ آدمی ایسے ہی جانے لگا تو حضرت عثمانؓ نے اس سے پوچھا کس لیے آئے تھے؟ اس نے بتانا مناسب نہ سمجھا ۔ بڑی تحقیق کی تو اُس آدمی نے بتایا کہ اس طرح میں کچھ مقروض تھا اور مدینے آیا تھا کہ میری ادائیگی کی کوئی صورت ہو۔ جتنا قرض اُس نے بتایا آپؓ نے اتنے پیسے لا کر دے دئے۔ وہ جو آپؓ چراغ کی بتی پر ناراض ہو رہے تھے تو وہ اس لیے تھا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال ہے اُس کے کمانے میں جیسے اُصول ہیں ایسے ہی اُس کے خرچ کرنے میں احکامات ہیں، اور یہ مال تو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

ہماری یونیورسٹی کا بہت پانی ہے۔ نلکے کھلے ہوئے ہوتے اور دن رات چلتے رہتے ہیں۔ تو ہماری گائے کو کسی نے پانی پلایا اور آدھی بالٹی بچ گئی۔ تو عماد صاحب کو میں نے کہا کہ بقیہ پانی کو کھیت میں پانی دینے کی نیت کر کے وہاں ڈال دو۔ کہ آدھی بالٹی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور بغیر نیت کے پھینکنا تو اسراف ہوا بلکہ اسراف سے بڑھ کر تبذیر ہوا۔ اسراف کہتے ہیں ضرورت کے کاموں پر ضرورت سے زیادہ خرچہ کرنا۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (اعراف۔۳۱) کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

اور تبذیر کہتے ہیں غیر ضروری کاموں پر خرچہ کرنا

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط (بنی اسرائیل۔۲۷)

بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں۔

تبذیر تو خرچ کا ایک فضول محل ہے۔ مثلاً آدمی نوافل پڑھ رہا ہے اور اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کو جو آیا اور کمرے کی بجلی کو بلا ضرورت جلتے ہوئے چھوڑ دیا تو ان نوافل والے صاحب کو اس کا بھی احساس ہونا چاہئے کہ اسراف و تبذیر نہ ہو۔ کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اُس پر حساب دینا ہوگا۔ تقویٰ و پرہیزگاری صرف کثرتِ ذکر اور کثرتِ نوافل نہیں ہے بلکہ ساری باتوں کا دھیان کرنا ہوتا ہے۔ سب باتوں کا جب آدمی دھیان کرتا ہے اور ہر جگہ پر اپنے آپکو اُصولوں کے مطابق چلاتا ہے تو تقویٰ تب حاصل ہوتا ہے۔ صرف کثرتِ ذکر پر تقویٰ نہیں ہوتا۔ میں ہائیکورٹ میں جایا کرتا تھا وہاں کام ہوتا تھا۔ وہاں برآمدے میں ایک بڑی جگہ تھی جہاں ہم نماز پڑھتے تھے، تکلیف ہوتی تھی۔ کچھ دنوں کے لیے کوئی چیف جسٹس آ گیا جو کہ کسی غلط فرقے والا تھا اور اُس کے پیچھے لوگ بڑی باتیں کرتے رہتے تھے۔ اللہ کی شان کہ جب وہ ریٹائر ہونے لگا

تو مسجد کی زمین اُس نے دی۔ زمین وہاں پر تھی سارے لوگ جو کے متقی اور پرہیزگار تھے کسی نے مسجد کو زمین نہیں دی۔ تو میں نے سوچا کہ اُس نے کہا ہوگا کہ باقی تو سارا اعمال نامہ سیاہ ہے، ایک تو اُس کے پاس عاجزی وتواضع تھی کہ ہمارا اعمال نامہ سیاہ ہے انتہائی گرے پڑے ہیں، چلیں مسجد کے لیے زمین دے دیں شاید اللہ تعالیٰ رحمت فرمادیں۔ یہ جو معصیت میں بھرا ہوا آدمی ہوتا ہے یہ اس بات پر جیت جاتا ہے، اور ہم جو تقویٰ پرہیزگاری کرنے والے، اپنے آپ کو اچھا، بہتر اور معیاری سمجھتے ہوئے ہار جاتے ہیں۔ ہمارے محلے والے گشت کے لیے جاتے ہیں تو کبھی مجھ سے کہتے ہیں کہ گشت کے اُصول بیان کرو تو میں ایک بات اُن سے کہا کرتا ہوں کہ ہم جب نکلتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ کتنے اچھے لوگ ہیں کہ دین کی بات کہنے کے لیے آرہے ہیں، انھوں نے نماز پڑھی ہے پرہیزگاری کرنے والے ہیں، ہمیں دیکھ دیکھ خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس سے ہر لحہ انکا درجہ بلند ہو رہا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب ان کو حاصل ہو رہا ہوتا ہے۔ اور ہم باہر نکلیں اور انکو دیکھ کر سوچیں کہ انکی شکل کو دیکھو یہ بے نمازی ہیں، یہ کیا کر رہے ہیں، یہ کیا بے وقوف ہیں وغیرہ، تو ہم ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے دور ہو رہے ہوتے ہیں۔ دین کا کام کر کے ہمارے اندر عجب آرہا ہے تعلّی یعنی اپنی بڑائی اندر آرہی ہے کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں ہم بڑے درجے والے ہیں اور یہ نعوذ باللہ بے وقوف ہیں، بڑے ناسمجھ ہیں، تو ہم تو ہر گھڑی اللہ سے دور ہو رہے ہوتے ہیں اور یہ ہر گھڑی قریب ہو رہے ہوتے ہیں۔ فاسق وفاجر آدمی کو نفس کی ذلت اور تواضع حاصل ہوا کرتی ہے۔ میں ایک دفعہ ایک کام کیلئے سیکریٹریٹ گیا، وہاں ایک سیکشن آفیسر ہمارے دوست ہیں۔ میں اُن سے ملا کہ فلاں سیکرٹری کے ساتھ کام ہے تو اُس نے کہا کہ اُس کے پاس نہ جانا کہ شرابی آدمی ہے، جونہی کسی مولوی آدمی یا داڑھی والے کو دیکھتا ہے تو اُس کو بڑی نفرت ہوتی ہے۔ آپ کا کام مشکل ہے کہ وہ کرے۔ میں نے کہا کہ اس کے پاس میں ضرور جاؤنگا انشاءاللہ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ شیر تو ہے نہیں کہ مجھے کھالے گا۔ میں اُس کے پاس اپنے کام کو دلائل کے ساتھ پیش کرونگا اگر اُس نے مان لیا تو اچھی بات اور اگر نہ مانا تو، السلام علیکم، واپس آجائینگے۔ اب جب میرے پاس اُس سے ملنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے تو خود ہی ملوں گا۔ اور ایک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ایسے آدمی جو ہوتے ہیں ان کو ایک قسم کی ندامت حاصل ہوتی ہے کہ یا اللہ تعالیٰ ہم تو بڑے خوار ہیں اور یہ اچھے لوگ ہیں۔ تو اُس کے پاس میں گیا، خلافِ توقع وہ بڑے اچھے طریقے سے ملا اور پوچھا کہ آپ کیسے آئے۔ میں نے کہا کہ جی یہ میرا کام ہے اور یہ اُصولوں اور قانون کے تحت درست ہے اس کو ہونا چاہیے بس یہ عرض کرنے آیا تھا۔ اُس نے کہا کہ فکر نہ کریں میں کوشش

کرونگا۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے اور چلا آیا۔ دوسری بار جاتے ہوئے پھر اتفاقاً مجھے ایک آدمی مل گیا تو اُس سے میں نے کہا کہ اُس شخص کہ کہہ دینا کہ میں اُس سے ملنے کے لیے جارہا ہوں تو اُس آدمی نے بھی اُس کو کہہ دیا تھا، یہ کوئی اُس کے لیول کا افسر تھا۔ پھر میں ملنے گیا تو کہنے لگا آپ تقویٰ کریں کام ہو جائیگا۔ اس کو اتنی بھی دینی معلومات نہیں تھیں کہ توکل کو تقویٰ کہہ رہا تھا۔ اللہ کی شان کہ جب اُس نے کام کردیا تو سارے حیران تھے کہ یہ کیسے ہوگیا۔ میں نے کہا کہ آپ لوگوں کو پتہ نہیں ہے ان لوگوں کے بارے میں ان کے باطن میں ندامت ہوتی ہے۔ اپنے گناہوں اور معصیت کی وجہ سے ان کو شرمندگی ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی دولت ہے جوان کے پاس ہے۔ سارے اعمال کرنے کے بعد اور تقویٰ کے اُونچے مقامات کے باوجود جب تک احساسِ ندامت آدمی کے پاس نہ ہو تو اُس کا کام نہیں بنتا۔ کام والا آدمی تب ہوتا ہے جب سارے کمالات کے ساتھ احساسِ ندامت اور باطن میں احساسِ ذلت اُس کے ساتھ ملے۔ ورنہ تو انسان اسی زعم میں رہتا ہے کہ ہم یہ کررہے ہیں وہ کررہے ہیں وغیرہ۔ کرنے کی کیا قیمت ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حضور تو قبولیت کی قیمت ہے۔ قبول بھی ہے یا نہیں کس کو معلوم ہے؟ اصلاحِ نفس میں بھی لکھا تھا کہ اس حال میں تو ہر وقت آدمی لرزاں و ترساں رہتا ہے اور اپنا آپ ٹوٹا پھوٹا نظر آتا ہے اور یہ بات آخر تک ہونی چاہیے اور کاملین کو ہوتی ہے۔ جاوید صاحب کہتے ہیں کہ Depression بتا رہے ہیں کہ ہر وقت کا Depression ہو تو پھر انسان کیا کرسکتا ہے؟ اور کوئی خوشی ہو ہی نہیں تو اس کا کیا علاج ہوگا۔ ایک حال پر کوئی بھی مسلسل چوبیس گھنٹے نہیں رہ سکتا، باطن کی سوچ وفکر کے یہ اُتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔۔ تھوڑی دیر کی سوچ وفکر بھی باقی پورے اوقات کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔ اس لیے تصوف میں مراقبے کراتے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک سوچ کو لے کر آدمی دس منٹ یا پندرہ منٹ یا آدھ گھنٹہ اُس پر دھیان جما کر بیٹھے، پھر آدمی پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ تو اپنی اپنی استعداد ہے کہ چوبیس گھنٹے طاری رہنا اور بعض کو کچھ دیر طاری رہنا۔ اور ایک بار جب یہ پکی ہو جاتی ہے تو آدمی ساری چیزوں میں لگا ہوا ہے اور کام کرتا رہتا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ چیز اُس کے پاس اب نہیں ہے لیکن جونہی ضرورت کا وقت آئے اور اُس کی طرف دھیان کرے تو باطن میں موجود ہوتی ہے۔ وہ کیفیت باطن میں ہوتی ہے اور بظاہر آدمی کو خود بھی پتہ نہیں چل رہا ہوتا اور دوسروں کو بھی پتہ نہیں چل رہا ہوتا لیکن اُس چیز کے ٹیسٹ اور امتحان کے موقع پر وہ سامنے آجاتی ہے۔ ایسے ہی باطن کا کبر اور خباثت کے متعلق بھی آدمی سمجھتا ہے کہ میں درست ہوگیا ہوں لیکن ٹیسٹ کے وقت یہ سامنے آجاتی ہے۔ ایک دفعہ مجھے گھر والوں نے کہا کہ تندور سے روٹی لے کر آؤ۔

ہمارے تندور والے تو ہمیں جانتے ہیں، جب جاؤ ایک طرف کو کھڑا کر کے کہتے ہیں کہ پہلے ڈاکٹر صاحب کو دو پھر کسی اور کو دو۔ تو خیر جب اُس دن میں گیا تو تندور والے نے آدمی بدلا ہوا تھا اور اُس شخص کی داڑھی مجھ سے زیادہ سفید تھی، اُس نے مجھے سب بچوں کے آخر میں قطار میں کھڑا کیا، اب ایک ایک بچہ روٹی لیکر جا رہا ہے اور ایک ایک قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔ تو اب جب ایک دو تین چار قدم آگے ہوئے تو پتہ چلا کہ تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ تیرے باطن میں کبر نہ ہوتا تو تجھے اب محسوس نہ ہوتا۔ تجھے اس بات کا احساس ہوتا کہ سب سے آخر میں ہوں اور اپنے وقت پر جب نمبر آئیگا تو کام ہوگا کیونکہ میرا حق ہی یہ بنتا ہے اور یہ جو کوفت محسوس ہو رہی ہے تو اس وجہ سے کہ اس آدمی نے اہمیت نہیں دی ہے۔

ہمارے ایک پرانے پرنسپل ہوتے تھے کالجیٹ سکول کے۔ بڑے قابل آدمی تھے۔ اُنھوں نے کورس کی کتابیں بھی لکھی ہوئی تھیں۔ ایک دفعہ Eye Department کا ایک میڈیکل آفیسر سنا رہا تھا کہ میں او پی ڈی کے باہر جھانکا تو دیکھا کہ پرنسپل صاحب باہر مریضوں کی قطار میں ہیں۔ میں نے کہا کہ سر آپ وہاں پر کیوں کھڑے ہیں آپ آتے ہی اطلاع کر دیتے تو ہم آپ کا معائنہ کرتے اور آپ کو فارغ کر دیتے۔ تو اُس نے کہا کہ بیٹا میں اپنے نمبر پر آرام کے ساتھ بیٹھا ہوں، جاؤ تم کچھ فکر نہ کرو بلکہ اپنا کام کرو جب میرا نمبر آئیگا تو میں آجاؤنگا۔

ایک دفعہ میں ہسپتال گیا، ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کام تھا، اُس نے مجھے فوراً بلا لیا اور بٹھا دیا، جب سارے مریضوں کو اُس نے ختم کیا تو اس کے بعد اُس نے مجھے دیکھا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ آپ ٹھہریں اور آج کھانا ہمارے ساتھ کھائیں پھر ہم آپ کو پہنچا دیں گے۔ تو میں نے کہا کہ آپ نے مجھے اتنی دیر بٹھائے رکھا تو اس بٹھائے رکھنے پر دل خوش ہوا کہ الحمدللہ آپ خدمت خلق کا کام کر رہے ہیں۔ تو اُس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میں اسپیشلسٹ ہوں اور جتنے مریض آئے ہوتے ہیں ان سارے مریضوں کو ایک یا ڈیڑھ یا دو بجے ختم کر کے پھر فارغ ہوتا ہوں اور پھر میں اُٹھتا ہوں۔ اس طرح نہیں ہوتا کہ ان کو میں چھوڑ کر اُٹھ جاؤں۔ میں نے اسی لیے آپ کو بٹھایا ہوا تھا کہ آپ بھی اس منظر کو دیکھیں۔ تو میں نے کہا کہ اچھی بات ہے دل خوش ہوا اس بٹھانے پر دل خفا نہیں ہوا۔ ایک پروفیسر صاحب سے میں ملنے کے لیے گیا۔ ہمارے میڈیکل کالج کا اصلی قانون جو ہے اس میں پورا دن اسٹڈی ہے۔ ہمارے وقت میں کلاسیں تین بجے تک تھیں۔ صبح ۸ تا ۳ بجے تک اور پھر ۳ بجے تا مغرب وارڈ پریکٹس۔ تو صبح کے گئے ہوئے مغرب کی نماز تک واپسی ہوتی تھی۔ آجکل تو ۱۲ بجے

لوگ فارغ ہو جاتے ہیں۔ تو میں ایک پروفیسر صاحب سے ملنے گیا تو اُس نے ایک بجے کے بعد کلاس چھوڑی اور باہر نکل کر آیا اور کہنے لگا کہ حاجی صاحب آپ خفا ہونگے مگر میں کلاس لے رہا تھا۔ تو میرا دل بڑا خوش ہوا کہ شکر ہے ایک شخص تو ایسا ہے جو ایک بجے تک پڑھا رہا ہے، باقی تو بے غم ہیں۔

تو یہ ساری باتیں دین ہیں۔ صرف نماز روزہ ہی دین نہیں بلکہ دین تو ساری زندگی ہے۔ اور ہر ہر جگہ اپنے آپ کو معیار کے مطابق استعمال کریں تب جا کر آخرت ملتی ہے۔ ہمارے ایک چیف انجینئر صاحب کہہ رہے تھے کہ چھوڑو ڈاکٹر صاحب یہاں پر کیا اسلام ہے اسلام تو برطانیہ اور امریکہ میں ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیسے؟ تو اُنھوں نے بتایا کہ وہاں پر ایک آدمی اپنی دیوار میں میخ ٹھونکنا چاہتا تھا، بڑے دنوں تک وہ اپنے پڑوسی کے پاس جاتا رہا کہ اس سے اجازت لے لے لیکن وہ اُس کو نہ ملا آخر اُس نے وہاں خط لکھ کر چھوڑا کہ میں اپنی دیوار میں کوئی چیز لٹکانے کے لیے میخ ٹھونکنا چاہتا ہوں اُس کے لئے آپ اجازت دے دیں، اُس نے جب اجازت دی تو تب اُس نے میخ ٹھونکی۔ تو میں نے کہا کہ اخلاقیات وشرافت یہ نہیں ہے کیونکہ اگر اُس نے بغیر اجازت یہ کیا ہوتا تو اُس کو جیل میں ڈال دیا جاتا کہ اُس نے پڑوسی کے سکون کو برباد کیا ہے اور اس کے حق کو ضائع کیا ہے۔ کنیڈا میں بنگلہ دیش کا ایک آدمی تھا، اُس کا بیٹا ڈاکٹر ہو گیا ایک دفعہ باپ کو رات کو تکلیف ہوئی اور وہ اپنے بیٹے کے فلیٹ میں گیا اور گھنٹی بجائی۔ بیٹے نے باہر نکل کر کہا کہ کیا بات ہے؟ تو اُس نے کہا کہ مس تیرا باپ ہوں اور تکلیف میں ہوں اس لیے آیا ہوں۔ تو بیٹے نے جواب دیا کہ آپ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ یہ میرے آرام کا وقت ہے۔ تو اُس نے پھر کہا کہ فلانے میں تیرا باپ ہوں، تو بیٹے نے جواب دیا کہ آپ میرے باپ ہوں گے مگر ایک تو یہ میرے آرام کا وقت ہے اور دوسرا اس کام کے لیے کیو ولٹی میں ڈاکٹر بٹھایا ہوا ہے۔ سادہ لوح باپ نے پھر اصرار کیا تو بیٹے نے کہا کہ اگر نہیں جاتے تو میں ٹیلی فون کر کے پولیس کو بلواتا ہوں اور اُسنے فون کر کے پولیس والے کو بلوایا اور اُس کو پکڑوا دیا۔ جب گرفتار کر کے پوچھ گچھ کی گئی تو اُس نے کہا کہ میں بنگلہ دیش کا باشندہ ہوں اور یہ میرا بیٹا ہے۔ تو وہ پولیس والا بڑی عمر کا آدمی تھا، کہنے لگا کہ مجھے آپ کے رسم ورواج کا پتہ ہے اس لیے میں کچھ نہیں کہتا اور آپ کو چھوڑ دیتا ہوں، ورنہ اصلی قانون یہ ہے کہ آپ کو گرفتار کیا جائے۔ تو دیکھ لیجئے باپ بیٹے کے ہاتھوں گرفتار ہو رہا تھا۔

آدمی کی استعدادیں ہم دیکھتے ہیں اور ملکات دیکھتے ہیں ان میں ہم آدمی کے فہم اور معاشرت کو بہت دیکھتے ہیں کہ اُس کا اُٹھنا بیٹھنا، ملنا ملانا، دوسروں کا لحاظ اور خیال کرنا نیز آداب واطوار کیسے ہیں۔ اگر

اس میں وہ آدمی کمزور ہو تو اس کے ذکر وفکر اور رونے دھونے پر ہم دھیان نہیں کرتے، کہ رو رہا ہے، نہیں رو رہا ہے، چیخ رہا ہے، نہیں چیخ رہا ہے وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔ یہ واقعہ میں نے آپ کو کئی بار سنایا ہے کہ ایک آدمی کو حضرت مولاناؒ کے پاس لے آئے۔ آدمی بڑا ذاکر شاغل اور کشف و انوارات کے ادراک والا تھا۔لیکن مجلس میں آیا اُس نے ایک آدمی کی بات کاٹی اور اپنی بات کرنا شروع کردی۔تو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کامل نہیں ہے، ذاکر شاغل اور کشف والا ہے مگر کامل نہیں ہے، کیونکہ اس کو مجلس میں بات کرنے کا طریقہ ہی نہیں آتا۔کمال صرف کثرتِ ذکر کا نام نہیں ہے، کمال تو شخصیت کی تربیت کا نام ہے کہ تربیت ہوئی ہے کہ نہیں ہوئی کثرتِ ذکر کا بھی ثواب ضرور ہوتا ہے۔ یہ تربیت یافتہ آدمی جب کارخانوں میں ملازمتوں میں اور مختلف کاموں میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے سارے اعمال کی اٹھان اور بنیاد رضائے الٰہی پر ہوتی ہے ، مادی وسائل کے حصول کے لیے نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس محنت کے نتیجے میں ان کو صرف مال اور مادی وسائل نہیں حاصل ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ اطمینان، راحت، سکون اور برکت بھی نصیب فرماتا ہے یعنی اسبابِ راحت ہونگے اور راحت بھی ہوگی، اسباب عزت ہونگے اور عزت بھی ہوگی۔ ورنہ اسبابِ راحت ہونگے، اسبابِ عزت ہونگے لیکن نہ راحت ہوگی نہ عزت ہوگی، نہ اطمینان ہوگا نہ سکون ہوگا، تو فائدہ ہی کیا ہوا۔

☆☆☆☆☆

بیانات کمپیوٹر سی۔ڈی میں

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ سے مندرجہ ذیل کمپیوٹر سی۔ڈی مل سکتی ہیں، جن میں بزرگوں کے آڈیو بیانات MP3 فارمیٹ میں ریکارڈ کیے گئے ہیں۔ بیانات کے ساتھ ساتھ سلسلے کی نعتیں اور اسلامی سافٹ ویئرز بھی موجود ہیں۔

۱۔بیانات۔۱ : جس میں حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ اور حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ کے بیانات موجود ہیں

۲۔ راہِ نجات : جس میں مفتی حسنؒ، مفتی محمد شفیعؒ، قاری طیبؒ، مولانا یوسف لدھیانویؒ، حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ، حضرت حسین احمد مدنیؒ کے بیانات موکود ہیں۔

قیمت فی سی۔ڈی: 60روپے ڈاک خرچ: 20روپے

تبصرہ کتب

نام کتاب: احتساب

مؤلف: قاضی فضل واحد

ناشر: مکتبۂ دیوبند محلّہ جنگی پشاور قیمت: ۲۵روپے

یہ تحریر احتساب کے عمل کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کرتی ہے۔

کئی دینی اصطلاحات جو عام استعمال میں ہوتی ہیں ان کی تشریح وحقیقت کے بارے میں پوچھا جائے تو اچھے اچھے پڑھے لکھے افراد ان کے حقیقی معنی اور مصداق کا تعین نہیں کرسکتے۔ان حقائق کو حاصل کرنے کے کیا ذرائع اور طریقے ہیں اس کی معلومات عموماً نہیں ہوتیں۔ جو لوگ ان کو حاصل کرنا چاہیں وہ افراط کا شکار ہوں تو اس چیز کو فساد بنادیتے ہیں اور اگر تفریط میں مبتلاء ہوں تو اس کا وجود ہی ختم ہونے کے حالات بنادیتے ہیں۔محترم قاضی فضلِ واحد صاحب پاکستان رورل اکیڈمی کے صوبائی افسروں کے ٹریننگ کے شعبہ کے اسلامیات کے سینئر انسٹرکٹر ہیں، موصوف ایسے ماحول میں ہیں کہ ان کے زیر تربیت صوبائی افسران مختلف دینی حقائق کے بارے میں ان سے قسم ہا قسم کے پیچیدہ سوالات پوچھتے ہیں اور حقائق کے حصول نیز حدود وقیود کا صحیح تعین مانگتے ہیں۔اس فضاء میں کام کرتے ہوئے قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے دینی حقائق کی کی تفہیم وتشریح کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ کتاب اسی رُخ کی ایک کاوش ہے اس ترتیب سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ لطف اندوز بھی ہوتا ہے اور سیکھتا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور پڑھنے والوں کے استفادے کا ذریعہ بنائے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: ھل الذکر بالجھر بدعۃ (کیا جہری ذکر بدعت ہے؟)

نام مصنف: پیرِ طریقت شفیع اللہ قادری نقشبندی مدظلہٗ

ناشر: امین پرنٹنگ پریس ٹانک قیمت: ۱۲۰ روپے

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ملتِ اسلامیہ ہندیہ میں دینی بیداری پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں دین کے سارے شعبوں مثلاً تصنیف وتالیف، درس وتدریس، بیعت وتلقین، دعوت وتبلیغ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی ۔حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ، مولانا حسین

احمد مدنیؒ، مولانا احمد علی لاھوریؒ، مولانا زکریاؒ، مولانا عبدالغفور مہاجر مدنیؒ کے ذریعے بیعت وتلقین کا خانقاہی نظام فعال ہوا، جس کے ذریعے سے صوفیاء کے تربیتی اذکار اور مراقبات کے مختلف طریقے سامنے آئے۔ حضرات چشتیہ اور قادریہ کا شروع دور سے ہی ذکر بالجہر کا تربیتی طریقہ ہے جو اکیلے یا مجلس میں کیا جاتا ہے۔ ذکر بالجہر اپنی شرائط کے بغیر ہو تو لوگوں کے لیے نیند، علمی مصروفیات اور مساجد کے نماز کے اوقات میں خلل اور اذیت کا ذریعہ بن سکتا ہے جس کی وجہ سے فقہاء نے اس کو منع کیا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو ایسے ذکر کو بدعت اور ناجائز کہنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ موجودہ دور میں قسما قسم گروہ سامنے آ گئے جن کی تاریخ جمعہ جمعہ آٹھ دن ہی ہے اس تھوڑے سے عرصے میں ان کو اتنا زیادہ غور وفکر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ پرانے دینی سرمائے سے قطع تعلق کرنے کی وجہ سے ان کے اور قدماء کے درمیان پورا چودہ سو سال کا فاصلہ آ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ چودہ سو سال غور وفکر اور محنت ومجاھدات اور تجربات کے بعد امت جس جگہ پر پہنچی ہے جمعہ جمعہ آٹھ دن والے اس کو کہاں پا سکتے ہیں۔

سب سے زیادہ حیرت اس طبقے پر ہوئی جو اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں لیکن اکابرینِ دیوبند کی خانقاہی ترتیب سے ناواقف ہیں اور بعض عقائد میں علمائے دیوبند سے مختلف بھی ہیں، جنھوں نے اپنی تحریروں میں ذکر بالجہر کو بدعت لکھ کر شد ومد سے اس کی مخالفت شروع کر دی، اس کے رد عمل میں محققین علماء اور صوفیاء نے تحریریں لکھیں۔ بندہ تک تین تحریریں پہنچی ہیں (۱) ذکر بالجہر (تصنیف مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب خلیفہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ) (۲) جنت کے باغ (تصنیف مولانا اختیار الملک صاحب خلیفہ حضرت مولانا اشرف صاحب پشاوریؒ) (۳) ھل الذکر بالجہر بدعۃ (تصنیف جناب شفیع اللہ صاحب قادری نقشبندی خلیفہ میاں اجمل قادری صاحب وخلیفہ غلام رسول صاحب)۔ جناب شفیع اللہ صاحب کی کتاب بہت ہی جامع ہے انھوں نے قرآن وحدیث، کتب فقہ کو خوب کھنگالا ہے اور اکابر صوفیاء کی تحریروں کا گہرا مطالعہ کیا ہے لہٰذا ان کی تحریر بہت ہی جامع اور مضبوط حوالوں پر مشتمل ہے۔ کوئی ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ مانے تو اس کا کوئی علاج نہیں ورنہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اعتراض کی بالکل گنجائش نہیں رہتی۔ سلاسل سے وابستہ حضرات کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ
خیبر میڈیکل کالج پشاور

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر گستاسپ ساؤتھ افریقہ

نعت شریف

نکالا آپؐ نے انسان کو غفلت سے جہالت سے
جہاں میں نور آیا آپؐ کے نورِ رسالت سے
پکارا آپؐ کو صادق امین دشمن نے بھی آقاؐ
نہ منکر ہو سکے وہ بھی امانت سے صداقت سے
قل ان کنتم تحبون اللہ کہہ کر کہہ دیا رب نے
خدا کا پیار حاصل ہے فقط انؐ کی اطاعت سے
نگاہِ نازِ آقا سے ملا وہ مرتبہ مجھ کو
جو سیفی پا نہ سکتا تھا کبھی اپنی ریاضت سے

☆☆☆☆☆

حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ

اطلاعِ خلافت واجازت

ماہ جمادی الاوّل میں بندہ کی خانقاہ امدادیہ روالپنڈی میں حاضری ہوئی۔ یہ خانقاہ جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب کے زیرِ نگرانی چل رہی ہے۔ موصوف انجنیئر نگ کالج پشاور یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بندہ کے شیخ ومربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں۔ صوفی اقبال صاحب مہاجر مدنیؒ نے خلافت واجازتِ بیعت عطا فرمائی ہوئی ہے۔ حضرت مولانا اشرف صاحب کے سلسلے میں بندہ نے انھیں اجازتِ بیعت دی۔ اللہ تعالیٰ انھیں پورے سلسلے کے لیے رحمت وبرکت کا ذریعہ بنائے۔

حضرت مولانا اشرف صاحب کے تربیت یافتہ مندرجہ ذیل اصحاب کو حضرت کی وفات کے بعد مختلف جگہوں سے خلافتیں ملی ہیں۔

(۱) شبیر احمد کاکاخیل صاحب خلافت از صوفی اقبال صاحب مہاجر مدنیؒ
(۲) قاضی فضلِ واحد صاحب خلافت از تنظیم الحق حلیمی صاحب مدظلہٗ
(۳) ماسٹر اسماعیل صاحب مرحوم خلافت از مفتی مختار الدین صاحب مدظلہٗ
(۴) ڈاکٹر محمد سلیم صاحب انگلینڈ خلافت از یکے از خلفائے حکیم اختر صاحب مدظلہٗ

☆☆☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی عنبر، کسی مشک اور کسی (خوشبودار) چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مصافحہ فرماتے تو سارا دن اس کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی۔ کبھی کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو وہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حضرت انسؓ کے گھر میں سوئے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپؐ کے پسینے کو جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جمع کرنے کے بارے میں پوچھا، انھوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملائیں گے، یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے سے گزرتے اور کوئی شخص آپؐ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپؐ اس راستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ اسحاق بن راہویہؒ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو بغیر خوشبو لگائے ہوئے (خود آپؐ کے بدن مبارک سے آتی) تھی۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا تو اس میں سے مشک کی مہک اٹھ رہی تھی۔

(نشر الطیب فی ذکرع النبی الحبیب)

☆☆☆☆☆

''مکہ معظّمہ میں سوق حراج ایک بڈھا بدوی گاؤں کی چیزیں لاکر بیچتا تھا، ساری عمر اسی بازار میں آتے جاتے گزر گئی تھی مگر حج کی توفیق نہ ہوئی۔ ایک دفعہ وہ تعجب سے پوچھنے لگا کہ بعض موسموں میں لاکھوں آدمی یہاں کیوں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کو اتنی خبر بھی نہ تھی کہ لوگ حج کے واسطے مکہ آتے ہیں۔ ایک رئیس کو بڈھے کی بات پر بہت تعجب ہوا کہ مکہ میں ساری عمر گزر گئی اور آج تک اس کو حج کی توفیق نہیں ہوئی۔

ایک مولوی صاحب نے کہا کہ حضور تعجب کی کیا بات ہے۔ یہ تو ایسا ہے جیسے آپ کے گھر کے پاس مسجد ہے اور آپ آج تک مسجد نہیں آئے (یہ رئیس تارک جماعت تھے) یہ جواب سن کر ان کی آنکھیں کھل گئیں۔''

☆☆☆☆☆